Vol. 7 No.2 2024
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7615

کرشن چندر کے ناول "ایک عورت ہزار دیوانے" میں نسائی شعور کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ

Krishan Chander key Novel "Aik Aurat Hazar Dewaney" Main Nisae Shaoor Ka Tehqeqi-o-Tanqedi Jaeza.

Sabra Rasheed
PHD Scholar
Dr. Shagufta Firdous
Assistant Professor
Department of Urdu
G.C Women University Sialkot
Email: shaguftafirdous2@gmail.com
Contact No. 0333-4870748

ABSTRACT

Krishan Chander (1914-1977) is considered to be one of the most distinguished writers of Urdu fiction. His particular style and themes make him a very popular writers, both in india and Pakistan. His writings are marked by diversity of themes, reality, satire, rebellion and romance. He was deeply interested in literature, and started short stories and novels. He was awarded the Padma Bhushan in 1969.

The Novel "Aik Aurat Hazar Dewaney" brings out all his major qualities as a great artist. Moreover, this novel, in particular, throws light on some aspects of feminism. As a Kean observer of Indian society, Krishan Chandaer shows deep understanding of the problems, exploitation and the intense humiliation faced by the women in the typical male dominant society of the subcontinent. The writer, haring a rebellious, approach focuses on a girl called lachi, who belonged to typical gypsy family. Al the Gypsy girls of that tribe are used to earning money by playing the role of prostitutes, even against their will. Lachi proves to be rebellious and disobeys the particular customs and rules. This novel brings out her sufferings and ultimately her tragic end. This article aims at discussing some important aspects of feminism.

Key Words:(1)Novel (2)Stair (3)Theme (4)Rebellion (5)Feminism (6)Humiliation (7)Gypsy (8)Prostitutes (9)Exploitation(10)Interesting & Meaningful(11)Reality(12)Distinctive style of Expression (13)Principles of Humanity

نساء عربی زبان کا لفظ ہے جس کے معنی عورت کے ہیں۔ نسائیت کا لفظ نساء سے مشتق ہے۔ جس کا اردو کی مختلف لغات میں مطلب عورت پن، زنانہ پن، زنانہ خصوصیات، نزاکت، کمزوری، عورتوں کی خصوصیات وغیرہ ہیں۔ نور الغات میں نسائیت کے معنی:

"مراد ناقص العقل ہے۔"(1)

فرہنگ آصفیہ میں نسائیت سے مراد:

"لفظ زنانہ "صفت کے اعتبار سے ان معنوں کا حامل ہے۔ نامرد، زن صفت، ڈھیلا، بزدل۔"(2)

اس کے علاوہ مونث کے معنی میں لکھا ہے عورت، مادہ، استری، ننگ، نر کی مونث، مادین عورت کا سا۔ اصطلاعی طور پر نسائیت کے معنی و مفہوم عورتوں کے مخصوص محاورات و مصطلحات اور نسوانی جذبات ہیں۔

انگلش میں اس کے لیے لفظ Feminine استعمال ہوتا ہے۔ لاطینی اصطلاح میں Famina اس کا مترادف ہے۔ اور اصطلاح میں اس کے لیے Feminism مستعمل ہے۔ اور نسائیت پر بات کرنے والے کو Feminist کہا جاتا ہے۔

برصغیر میں نسائی مسائل کو اردو ادب میں صنف ناول میں ادیبوں اور مصنفین نے منظر عام پر لانا شروع کیا۔ یہ واضح ہے کہ اردو ادب پر مغربی ادب نے گہرے اثرات مرتب کیے۔

اردو ادب میں صنف ناول کا آغاز بھی مغربی اثرات کے تحت ہی شروع ہوا۔ ناول نگاری کی یہ ادبی صنف جب برصغیر کے ذہین، وشن خیال ادب نگاروں کو میسر آگئی تو اس کیا بھرپور استعمال کیا گیا۔ اس کے ذریعے معاشرے کی عمومی اور صنف نازک کی خصوصی حالت زار کو سامنے لانے کی کوشش کی گئی۔ برصغیر کے وسیع و عریض خطے کی ثقافت، روایات، تہذیب و تمدن اور رجحانات کا جائزہ لیں تو یہ محسوس ہوتا ہے کہ عورت کو اس کا اصل مقام بہت کم عطا کیا گیا۔ مرد اپنی حاکمیت کے نشے میں ایسا سرشار رہا کہ عورت کو گھریلو ذمہ داریوں اور اپنی خدمت کے لیے ہی استعمال کیا جاتا رہا۔ چنانچہ بہت سے ایسے ادیب، ناول نگار اور افسانہ نگار دکھائی دیتے ہیں جنہوں نے شعوری اور لاشعوری طور پر بھی نسائی مسائل پر اور عورت کی حالت پر قلم اٹھایا۔ ابتدائی ناول نگاروں نے اصلاحی ناول لکھ کر نسائی مسائل پر بات کی اور عورت کی تعلیم و تربیت پر زور دے کر کوشش کی کہ عورت کو گھر میں اور معاشرے میں باعزت مقام ملے۔ ان ابتدائی ناول نگاروں میں ڈپٹی نذیر احمد، رتن ناتھ سرشار، عبدالحلیم شرر، مرزا حادی رسوا، رشیدۃ النساء بیگم، اکبری بیگم، محمدی بیگم، پریم چند، راشد الخیری سمیت بہت سے نام نمایاں ہو کر سامنے آتے ہیں۔

ان سب نے اپنی تحریروں میں مختلف واقعات اور کرداروں کے ذریعے معاشرتی مسائل خصوصاً نسائیت کے مسائل پر بات کی۔ کیونکہ سب کے سامنے ایک ہی مقصدی جذبہ تھا۔ کہ اصلاح کے لیے عورت کو درپیش مسائل کم کیے جائیں اور اسے معاشرے میں اس کا جائز مقام اور رتبہ حاصل ہو۔ مختلف ناول نگاروں کی تخلیقات سے پتہ چلتا ہے کہ انہوں نے محسوس کیا کہ عورت کے لیے مسائل پیدا کرنے میں کچھ مقامات پر اس کا ذمہ دار مرد نہیں بلکہ خود عورت بھی ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ زیادہ تر مصنفین نے عورت کی تعلیم و تربیت کے ذریعے اس میں اپنے حقوق و فرائض کا شعور پیدا کرنے کی تجویز کو ہی اس کے مسائل کا حل سمجھتے ہیں۔ یہ سچ ہے کہ ہزاروں سالوں سے عورت کا استحصال جاری ہے۔ لیکن علم و ادب نے اس برائی کو منظر عام پر لا کر عورت کے حق میں ہمیشہ آواز اٹھانے کی کوشش کی ہے۔ ناول کی روایت میں کرشن چندر تک پہنچنے تک نسائیت کے موضوع پر بہت کچھ لکھا جا چکا تھا۔

برصغیر میں علم و ادب کے فروغ نے ایک ایسی روشن خیالی کو جنم دیا جس کی وجہ سے بے شمار لوگوں نے عورت کے بارے اپنے تعصب کے چشمے کو اتار کر اسے حقیقی اور ہمدردانہ زاویے سے دیکھنے کی کوشش کی۔ آج اکیسویں صدی میں عورت پہلے سے کہیں زیادہ حقوق سے لطف اندوز ہو رہی ہے تو اس میں عالمی طور پر ادب کا ایک انتہائی موثر کردار ہے۔ کرشن چندر بھی یقیناً ان ناول اور افسانہ نگاروں میں سے ایک ہیں جنہوں نے شعوری طور پر عورت کی زبوں حالی کو سمجھا اور اس کا معاشرے میں گہرا مشاہدہ کیا۔ یہی وجہ ہے کہ کردن چندر کے ادب پارے نسائی مسائل اور ان سے جڑے مختلف پہلوؤں کی بھرپور عکاسی کرتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں۔

کرشن چندر اردو ادب کے ایک نامور ادیب تھے-انہوں نے ناول افسانے ڈرامے، رپوتاژ اور انشائیہ میں اپنا زور قلم آزمایا۔ موضوع، ہیت اور اسلوب کے اعتبار سے ان کی تحریروں کا دائرہ انتہائی وسیع ہے ان کی تخلیقات میں معاشرتی زندگی کا پختہ شعور اور انسانی فطرت کے مسائل اور مطالبات کا احساس ملتا ہے۔

کرشن چندر 32 نومبر 1914 کو وزیر آباد کے ضلع گوجرانوالہ میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد گرامی کا نام گوری شنکر تھا۔ جو پیشے کے اعتبار سے ڈاکٹر تھے۔ انہیں اردو ادب سے کافی لگاؤ تھا۔ کرشن چندر نے ابتدائی تعلیم منڈر نامی گاؤں سے حاصل کی۔ اس کے بعد لاہور کے فارمین کرسچن کالج میں داخلہ لیا۔ 1934 میں انگریزی ادب میں ایم اے کا امتحان پاس کیا۔ پھر 1937 میں اپنے بزرگوں کی خواہش پر ایل ایل بی کی ڈگری حاصل کی۔ پھر بزرگوں نے ایک بی اے پاس لڑکی سے شادی کروادی۔ لیکن بمبئی جانے کے بعد آپ نے 1952 میں سلمیٰ صدیقی کو اپنا شریک حیات بنایا۔ کرشن چندر نے پہلے پہل ریڈیو اور فلم کی دنیا میں قسمت آزمائی کی۔

کرشن چندر کو ادب سے رغبت وراثت میں ملی تھی۔ ان کی ادبی سرگرمیوں کا آغاز 1930 سے ہی ہو گیا تھا۔ جب آپ نے اپنے فارسی کے استاد "بلاقی رام" کو بنیاد بنا کر ان کے کردار پر طنزیہ خاکہ "پروفیسر بلیکی" کے نام سے لکھا تھا جو دہلی کے مشہور اخبار "ریاست" میں شائع ہوا۔ اس کے بعد آپؒ کے مختلف مضامین اور انشائیے مختلف رسائل میں شائع ہونے لگے۔
کرشن چندر کے فکری رجحان زیادہ تر انگریزی شاعر شیلے اور اردو شاعر اقبال سے ملتے ہیں۔ کنہیا لال پور کا فرمانا ہے کہ :

"اقبال زندگی کا شاعر ہے۔ حرکت کا شاعر ہے اس کے ہر شعر میں تلوار کی کاٹ اور کوندے کی لپک ہے کرشن چندر کو زندگی سے بے پناہ عشق تھا اور یقین تھا کہ -------------- سلطانی جمہور کا زمانہ آیا ہی چاہتا ہے۔"(2)

علامہ اقبال کے انتقال پر کرشن چندر کا مضمون "ٹریبیون" 1938 میں شائع ہوا۔ جس میں علامہ صاحب کی چند نظموں کا ترجمہ بطور اظہار عقیدت بہت مقبول ہوا۔ کردار کی شخصی تعمیر اور انسانی سوچ کے دھاروں کا تجزیہ میں کرشن چندر کو کمال حاصل تھا۔ وہ اپنے ہر کردار کو ماضی اور حال کے رنگ میں سامنے لاتے ہیں۔ ان کا قلم سرمایہ دارانہ نظام میں جکڑے ہوئے کرداروں کی بے بسی، احساس محرومی اور ناآسودگی کی کیفیات کو سامنے لاتا ہے۔ ان کا قلم معاشرے کے ناسوروں پر بھی نشتر چلاتا ہے۔ کرشن چندر 1936 میں تحریک ترقی پسند کی ابتدا سے ہی اس سے منسلک ہو گئے تھے۔ آپ پنجاب کی انجمن ترقی پسند مصنفین کے سیکریٹری بھی منتخب ہوئے تھے۔ کرشن چندر کا نظریہ اشتراکیت تھا۔ وہ ادب برائے زندگی کے قائل تھے۔ کرشن چندر کی تحریروں میں سرمایہ دارانہ نظام کی زنجیروں میں جکڑے بدحال اور مایوس کردار ملتے ہیں۔ ان کی تخلیقات میں انسانیت کو کوئی نہ کوئی پیغام ملتا ہے۔

کرشن چندر کے دوست احباب میں راجندر سنگھ بیدی، منٹو، فیض احمد فیض، جگن ناتھ آزاد، ن م ارشد، ڈاکٹر محمد دین تاثیر اور رسالہ ساقی کے ایڈیٹر شاہد احمد دہلوی قابل ذکر ہیں۔ یہ سب لوگ ترقی پسند تحریک کے حامی اور سرگرم رکن تھے۔ ادب کی دنیا میں اپنی تابانی بکھیرنے والا یہ چراغ 8 مارچ 1977 میں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے گل ہو گیا۔ مگر ان کی تخلیقات ہمیشہ انہیں زندہ رکھیں گے۔

انسانی جذبات واحساسات کی منہ بولتی تصویریں تیار کرنے میں انہیں خاص مہارت حاصل تھی۔ ان کی تحریریں حقیقت پسندی سے حق گوئی کی طرف تیزی سے بڑھنا شروع ہوئیں اور اپنی مثال آپ ہو گئیں۔ کرشن چندر نے انسانیت کے دکھ درد کو قریب سے محسوس کیا اور اپنی تخلیقات میں سمویا ہے۔ ان کا پہلا ناول "شکست" 1943 میں شائع ہوا۔ ان کے ناولوں کی تعداد تقریباً چالیس کے قریب ہے۔ کرشن چندر کے افسانوں کے بھی کئی مجموعے ہیں جن میں پہلا "طلسم خیال" اور دوسرا "نظارے" ہے۔ اس کے بعد کئی مجموعے منظر عام پر آئے۔ ان کے ناولوں اور کہانیوں کا دنیا کی مختلف زبانوں میں ترجمہ کیا جا چکا ہے۔

روس کے طلبا جو ایشیائی ادب پڑھتے تھے وہ آپ سے بہت متاثر تھے روس نے انہیں 1944 میں "سوویت لینڈ نہرو ایوارڈ سے نوازا"۔ حکومت ہند نے بھی انہیں "پدم وبھوشن" کا خطاب دیا۔

ناول سے مراد ایک ایسی طویل کہانی ہے۔ جس میں حقیقی زندگی کو بہت خوبصورت انداز میں پیش کر دیا جاتا ہے۔ ناول درحقیقت ایک آئینہ ہے۔ جس میں انسانی آرزوئیں، امنگیں، دکھ درد، پریشانیاں، خوشیاں، جذبات اور انسانی زندگی سے متعلق ہر چیز کا مشاہدہ کرتے ہوئے زندگی کی ایک حقیقی تصویر ہمارے سامنے لانے کی کوشش کرتا ہے۔ ناول اطالوی زبان کے لفظ "نوویلا" سے نکلا ہے۔ جس کا مطلب ہے نیا۔ شائد ادب کی اس صنف کو یہ نام اس لیے دیا گیا کہ یہ ایک نئی چیز تھی۔ ناول انگریزی ادب کی بہت مقبول صنف ہے۔ اردو ادب میں ناول درحقیقت انگریزی ادب کے زیر اثر آیا۔ برصغیر میں ناول سے پہلے داستان گوئی کو بہت اہم مقام حاصل تھا۔ لیکن ناول کی مقبولیت نے داستان گوئی کا باب تقریباً بند کر دیا اور ناول نے اردو ادب میں اپنا ایک اہم مقام بنا لیا۔

جس میں انسان دوستی، مساوات اور رحمدلی نمایاں ہیں۔ کرشن چندر خود اعتراف کرتے ہیں کہ ان کا فن عوام کی دین ہے۔ ناول پانچ لوفر کا ایک کردار جو فٹ پاتھ پر زندگی بسر کرتا ہے کہتا ہے:

"آزادی آئی تو سہی مگر مجھ تک نہیں پہنچی وہ اوپر کے لوگوں سے چلی، وہ مل مالکوں، نیتاؤں، سرکاری دفتروں سے اترتی ہوئی ٹھیکیداروں پر آکر رک گئی۔ ابھی آزادی کو بہت سارا راستہ طے کرنا ہے"۔ (3)

ناول ایک معاشرے میں رہنے والے افراد کی زندگی کی حقیقی عکاسی کا نام ہے۔ ناول کے اجزائے ترکیبی، قصہ، پلاٹ، کردار نگاری، منظر کشی، زبان وبیان، مکالمے، نقطہ نظر ہیں۔

(1) قصہ: ہر ناول کی بنیاد کسی خاص قصے یا مخصوص واقعات پر مبنی ہوتی ہے۔ حقیقت میں ناول کی کامیابی کا دارومدار ہی اس بات پر ہوتا ہے کہ مصنف ان واقعات یا قصے کو کتنے موثر اور دلچسپ انداز میں پیش کرتا ہے۔

(2) پلاٹ: پلاٹ دراصل ناول نگار کا اصل امتحان یہ ہے کہ وہ واقعات کے سلسلے کو کس خوبصورتی، موثر اور حقیقی انداز میں ایک لڑی میں پرو دیتا ہے۔ دراصل مختلف واقعات کو ایک لڑی میں پرونے کا نام ہی پلاٹ ہے۔ واقعات کی ترتیب ایسی ہونی چاہیے کہ جب ایک واقعے کے بعد دوسرا واقعہ بیان کیا گیا ہو تو قاری تسلیم کر لے کہ حقیقی زندگی میں واقعات کا تسلسل ایسے ہی ہوتا ہے۔ واقعات کا بے ترتیب ہونا ناول کو مکمل طور پر ناکام بنا دیتا ہے۔

(3) کردار نگاری: یہ ناول کا انتہائی اہم جزو ہے۔ کردار نگاری سے مراد معاشرے کے مختلف افراد کو حقیقی انداز میں پیش کرنا ہے۔ درحقیقت واقعات کرداروں کے ذریعے ہی آگے چلتے ہیں۔ ایک کامیاب ناول نگار دراصل کامیاب کردار نگاری کا مرہون منت ہوتا ہے۔ قاری کو یہ محسوس ہونا چاہیے کہ کردار حقیقی زندگی کی ترجمانی کر رہے ہیں۔

Vol. 7 No.2 2024

ISSN Online: 2709-7625

ISSN Print: 2709-7615

کرداروں کی دو اقسام ہیں۔ سپاٹ کردار اور پیچیدہ کردار۔ سپاٹ کردار ناول کے آغاز سے لے کر اختتام تک بلکل ایک جیسے رہتے ہیں۔ جو حالات کے مطابق خوع کو ڈھالنے کی کوشش نہیں کرتے۔ جبکہ پیچیدہ یا راؤنڈ کردار حالات کے ساتھ ساتھ تبدیلی کے عمل سے بھی گزرتے ہیں اور سیکھنے کے عمل کی بھی علامات ہیں۔

(4) منظر کشی: ناول کی کامیابی کا انحصار منظر کشی پر بھی ہوتا ہے۔ اگر ناول نگار میں منظر کشی کے قابلیت بدرجہ اتم ہو تو وہ واقعات کی تصویر کشی اس دل کش انداز میں کرتا ہے کہ پڑھنے والے کو محسوس ہوتا ہے کہ وہ تمام واقعات اپنی آنکھوں سے خود دیکھ رہا ہے۔

(5) زبان و بیان: مکالمہ نویسی، کردار نگاری کا انحصار زبان و بیان پر ہوتا ہے۔ کرداروں کی آپس میں گفتگو مکالمہ کہلاتی ہے۔ ناول نگار کا اصل امتحان یہ ہوتا ہے کہ وہ ہر کردار کی حیثیت کے مطابق اس کے منہ سے ایسے الفاظ یا مکالمے ادا کروائے کہ قاری کو محسوس ہو کردار بالکل اپنی فطری زبان استعمال کر رہا ہو۔ مکالموں کی زبان جتنی کردار کی فطرت کے مطابق مناسب، مختصر اور موزوں ہوں گی۔ اتنا ہی مکالمہ نگاری میں نکھار آئے گا۔

(6) نقطہ نظر: ہر ناول نگار کے کچھ اپنے مخصوص نظریات اور نقطہ نظر ہوتا ہے۔ جسے وہ اپنی تحریر کے ذریعے پڑھنے والوں تک پہنچانا چاہتا ہے۔ ایک کامیاب ناول نگار کا یہ کمال ہوتا ہے کہ اپنے پیغام کو کہیں بھی واضح لفظوں میں بیان نہ کرے بلکہ پڑھنے والوں کو یہ پوشیدہ پیغام پہنچ جائے۔

خلاصہ ناول

ایک عورت ہزار دیوانے 1960 کرشن چندر کے اس ناول کا موضوع مرد کی ہوس پرستی اور عورت کی بے بسی ہے۔ دیکھنے میں تو یہ ایک خانہ بدوش لڑکی لاچی کی کہانی ہے۔ مگر ناول کے پیچ و خم میں معاشرے میں موجود نام نہاد عزت داروں کے چہروں کو بے نقاب کیا ہے۔ یہ ناول کرشن چندر کے ابتدائی ناولوں میں سے ہے۔ یہ ناول "بیسویں صدی" رسالہ میں قسط وار چھپا اور خاصا مشہور ہوا۔ کتابی شکل میں اس کے کافی ایڈیشن منظر عام پر آئے۔ یہ ناول کرشن چندر کے ابتدائی ناولوں میں منفرد حیثیت رکھتا ہے۔ یہ قصہ ایک حسین لڑکی لاچی کا ہے۔ ریلوے اسٹیشن سے کچھ دور اس کے قبیلے نے پڑاو ڈالا۔ یہ خانہ بدوش قبیلہ ہے۔ دوسری لڑکیوں کی طرح لاچی بھی کبھی ریلوے اسٹیشن کے یارڈ سے کوئلہ چراتی ہے اور اسے بیچتی ہے۔ کبھی کبھار بھیک مانگنے والوں میں شامل ہو جاتی ہے۔ اور کبھی کبھار محنت مزدوری کر کے چند پیسے کمانا چاہتی ہے۔ مگر اس اعتبار سے وہ قبیلہ کی دوسری لڑکیوں سے الگ ہے کہ وہ اپنا جسم نہیں بیچنا چاہتی۔ ایک دن اس کا چچا ما من جو اس کا سرپرست بھی تھا قبیلے کے سردار دمارو سے جوئے میں بری طرح ہارتا ہے۔ اور آخر میں اس کا قرض ادا کرنے کے لئے لاچی کو ساڑھے تین سو روپے میں اس کے ہاتھ بیچ دیتا ہے۔

اس سے قبل لاچی کا باپ رگی بھی اس کی ماں کو جوئے میں مامن کے ہاتھوں ہار چکا ہے۔ مگر لاچی اس روایت کی پابندی کرنے پر تیار نہیں ہے۔ وہ دمارو سردار سے وعدہ کرتی ہے کہ موسم بہار سے قبل اس کا پیسہ لوٹا دے گی ورنہ اس کی ہو جائے گی۔ پھر وہ محنت سے پیسہ کمانے نکلتی ہے۔ مگر اکثر لوگ اس کے جسم کی بولی لگاتے ہیں۔ ایک بلوچی کا بیٹا گل ہے جو اس پر عاشق ہے۔ اور دمارو کا قرضہ چکانے میں اس کی مدد کرنا چاہتا ہے ایک دن وہ بھی زخمی ہو جاتا ہے اور لاچی اکیلی رہ جاتی ہے۔ مگر اسٹیشن پر کام کرنے والے مزدور اور قلی اس کے ساتھی بن جاتے ہیں۔ وہ ایک دن اس کی عزت بچانے کے لئے چندہ اکٹھا کر کے روپے جمع کرتے ہیں۔ اسے اتفاق کہیے یا سازش کہ وہ روپے لاچی کے خیمے سے چوری ہو جاتے ہیں۔ اور شرط کے مطابق اسے دمارو کی بیوی بننے کی تیاری کرنی ہوتی ہے۔ رقص کی محفل میں وہ طوفانی انداز میں ناچتے ہوئے یکایک اپنا خنجر دمارو کے سینے میں اتار دیتی ہے اور اسے قتل کے جرم میں جیل بھیج دیا جاتا ہے۔ جیل میں اسکی ملاقات جینیاں بھائی، مشہور فلم سٹار دل آرا، میر چندانی اور حاجی محمد اسلام سے ہوتی ہے اور سبھی اس کے جسم کو نیلام کرنے پر بضد دکھائی دیتے ہیں۔ جیل سپرنٹنڈنٹ خوب چند اسے حسن کا شاہکار سمجھ کر اس کی تصویریں بناتا ہے۔ اس لئے وہ کسی حد تک محفوظ رہتی ہے۔ ورنہ گنگا بھائی اور کوشلیا جیسی لڑکیوں کا انجام اس کے سامنے ہے۔ جیل میں ایک دن گل اسے ملنے آتا ہے اور یہ بتاتا ہے کہ ہندستانی شہری بننے کے لئے اس نے جو درخواست دی تھی وہ نہ منظور ہو گئ ہے۔ اس لئے اسے اب ہندستان چھوڑنا ہو گا۔ گل کے جانے کے بعد لاچی بے حد اداس ہو جاتی ہے۔ پھر سپرنٹنڈنٹ بھی اظہار عشق کر بیٹھتا ہے۔ جس کا جواب وہ نفی میں دیتی ہے۔ اسی دوران لاچی کو جیل میں چیچک کی بیماری لگ جاتی ہے اور ستائیس دنوں کے ہذیانی بخار کے بعد جب وہ اچھی ہوتی ہے تو اس کی آنکھیں کھو جاتی ہے اور خوبصورتی بھی۔ اس بدصورت لڑکی کو اب کوئی گلے لگانے کو تیار نہیں۔ اس لیے جب اسے اپنی رہائی کی خبر ملتی ہے تو وہ واپس شہر میں لوٹ جاتی ہے اور بھیک مانگنے لگتی ہے۔ ایک دن اتفاق سے اسٹیشن کی طرف جانکلتی ہے اور لوگوں سے اسکا جھگڑا ہو جاتا ہے۔ جو شخص اسے لوگوں کے عتاب سے بچاتا ہے۔ وہ کوئی اور نہیں اسکا محبوب گل ہے۔ جو آج ہی دہلی سے ہندستانی شہریت حاصل کر کے یہاں آتا ہے۔ اور لاچی کی تلاش میں ہے۔ وہ لاچی سے ہمدردی کا اظہار تو کرتا ہے مگر اسے پہچان نہیں پاتا۔ لاچی اپنے بارے میں اسے بتاتی ہے تو وہ دہل کر رہ جاتا ہے اور اپنے دل کو محبت کے جذبے سے خالی پاتا ہے۔ وہ نوکری کا بہانا کر کے پونا چلا جاتا ہے اس کا ارادہ ہے کہ لاچی کی مالی مدد کرتا رہے گا۔ وہ اپنے ارادے پر عمل بھی کرتا ہے اور پونا سے لاچی کے نام تیس روپے کا منی آرڈر بھی بھیجتا ہے۔ مگر چونکہ وہ منی آرڈر کے ساتھ کوئی پیغام نہیں بھیجتا اس لئے لاچی تین دن سے بھوکی رہنے کے باوجود منی آرڈر قبول کرنے سے انکار کر دیتی ہے اور دوبارہ سے بھیک مانگنے نکل جاتی ہے۔ اسے دراصل ہمدردی کی نہیں محبت کی ضرورت تھی جو گل بھی اسے نہ دے سکا۔ زندگی میں پہلی بار اس پر یہ حقیقت بالکل روشن ہو گی کہ دنیا کا ہر مرد حسن کا پجاری ہے محبت کا نہیں۔

Vol. 7 No.2 2024
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7615

کرشن چندر کا ناول ایک عورت ہزار دیوانے 1960 میں منظر عام پر آیا۔اس ناول کا موضوع مرد کی ہوس پرستی اور عورت کی بے بسی کا احاطہ کرتا ہے۔دیکھنے میں تو یہ ایک لڑکی لاچی کی کہانی ہے جسکا تعلق خانہ بدوش قبیلے سے ہے۔یہ ناول کرشن چندر کے ابتدائی ناولوں میں سے ایک ہے۔یہ ناول خاصہ مشہور ہوا۔پہلے یہ ناول بیسویں صدی میں قسط وار شائع ہوا اور پھر کتابی شکل میں اس کے کافی ایڈیشن منظر عام پر آئے۔اس ناول کے پیچ وخم میں معاشرے کے نام نہاد عزت داروں کو کرشن چندر نے بے نقاب کیا۔

یہ قصہ ایک حسین لڑکی لاچی کا ہے۔جس کے خانہ بدوش قبیلے نے ریلوے اسٹیشن سے کچھ دور پڑاؤ ڈالا ہے۔ دوسری لڑکیوں کی طرح لاچی بھی کبھی ریلوے اسٹیشن کے یارڈ سے کوئلہ چراتی ہے اور اسے بیچتی ہے۔کبھی کبھار بھیک مانگنے والوں میں شامل ہو جاتی ہے۔اور کبھی کبھار محنت مزدوری کر کے چند پیسے کمانا چاہتی ہے۔مگر اس اعتبار سے وہ قبیلہ کی دوسری لڑکیوں سے الگ ہے کہ وہ اپنا جسم نہیں بیچنا چاہتی۔ایک دن اس کا چچا مامن جو اس کا سرپرست بھی تھا قبیلے کے سردار دماروسے جوئے میں بری طرح ہارتا ہے۔اور آخر میں اس کا قرض ادا کرنے کے لئے لاچی کو ساڑھے تین سو روپے میں اس کے ہاتھ بیچ دیتا ہے۔اس سے قبل لاچی کا باپ رگی بھی اس کی ماں کو جوئے میں مامن کے ہاتھوں ہار چکا ہے

"ایک عورت ہزار دیوانے "میں کرشن چندر نے لاچی کی شکل میں ایک ایسا نسائی پہلو شامل کیا جس میں یقیناً کوئی ایسی وجہ ہے جس سے لوگ دیوانہ وار لاچی کی طرف کھینچے چلے آتے ہیں۔ یہ عورت اپنی ذات میں کوئی ایسی غیر معمولی طاقت رکھتی ہے جو لوگوں کو اس کے سحر میں مبتلا کرتی ہے۔

یہ عورت لاچی ایک خانہ بدوش خاندان سے تعلق رکھتی ہے۔خوبصورتی کسی کی خاندانی میراث نہیں ہے لیکن بعض اوقات یہ خوبصورتی اس صورت میں گہنا بھی جاتی ہے جب اسے موافق حالات میسر نہ ہوں۔جہاں تک لاچی کی خوبصورتی کا تعلق ہے۔

> "لوگ اکثر اس کی طرف دیکھتے تھے مرد حسرت سے دیکھتے تھے، عورتیں رشک سے، لاچی خانہ بدوشوں کی لڑکی تھی۔جانے کتنی نسلوں، قوموں، رنگوں کے باہم امتزاج کے بعد حسن کا یہ نادر نمونہ تیار ہوا تھا۔اونچا پورا قد، سنہرا گندمی رنگ، گہری سبز آنکھیں، سینے میں کمان سا خم اور تناؤ اور کمر میں تیر کی سی سبک اندازی لیے جب لاچی چلتی تھی۔اس کامل اعتماد سے جیسے ساری دنیا اسے جھک کر سلام کر رہی ہو۔"
> (4)

لاچی ایک انتہائی بے باک اور پر اعتماد لڑکی کے طور پر پیش کی گئی ہے۔وہ یقیناً کافی حد تک سر پھری اور زندگی کو اپنی مرضی سے گزارنے کی خواہش مند دکھائی دیتی ہے۔لیکن شائد بے شمار ایسی لڑکیوں کی طرح جو اپنے ماحول سے بغاوت کرنے اور رسم ورواج رد کرنے کی باغیانہ سوچ کی حامل ہوتی ہیں۔انہیں اپنے شباب کے آغاز میں یہ اندازہ نہیں ہوتا کہ ان کی بغاوت انہیں کس طرح تباہی سے دوچار کرے گی۔کیونکہ جب معاشرہ انہیں ان کی مرضی کی زندگی گزارنے کی اجازت پر بلکل آمادہ نہیں ہوتا تو وہ اکیلے ہی اپنی خواہشات کی تکمیل کی طرف بڑھ جاتی ہیں۔ہر جگہ مخالف قوتوں سے سر ٹکرا ٹکرا کر وہ خود کو آخر کار ناکامی سے ہی دوچار رکھتی ہیں۔لاچی بھی اپنی زندگی میں ایسے ہی خانہ بدوش قبیلے سے ہے۔جہاں اس کا باپ اس کی ماں کو جوئے میں ہار دیتا ہے۔اور اسے اپنی ماں کے ساتھ اس شخص کے ساتھ جانا پڑتا ہے۔جس نے اسے جوئے میں جیت لیا تھا۔ان خانہ بدوش خاندانوں میں عورت کو محض ایک بچہ بنانے والی مشین اور مرد کی ملکیت کے طور پر لیا جاتا ہے۔مردوں کا کام نشہ کرنا اور زندگی کو عیاشی سے گزارنا ہے جبکہ عورت کا کام مزدوری کرنا یا بھیک مانگنا ہوتا ہے۔

کرشن چندر اس ناول میں نسائیت کے حوالے سے ایک بڑا سوال یہ اٹھاتے ہیں کہ کیا خانہ بدوش قبائل میں پیدا ہونے والی عورتیں عام عورتوں جیسی نہیں ہوتیں۔لاچی ایک حساس لڑکی ہے۔جسے اپنے شرابی باپ جس نے جوئے میں اس کی ماں کو ہار دیا تھا سے شدید نفرت تھی۔لیکن اس کے باوجود ایک نازک محبت کرنے والے دل کی مالک ہے کہ جب بھی اس کا باپ اس سے کچھ رقم مانگنے آتا ہے تو وہ اسے کچھ نہ کچھ رقم ضرور دیتی ہے۔کرشن چندر اس ناول میں ایسی لڑکیوں کی قسمت اور حال زار منظر عام پر لاتے ہیں جو اپنے مخصوص غلیظ ماحول سے نکل کر ایک صاف ستھری زندگی گزارنا چاہتی ہے۔بدقسمتی سے لاچی ایسے لوگوں میں پیدا ہوگئی جن کے لیے زندگی گزارنے کے لئے کوئی صاف ستھرے اور پروقار، اصول وضوابط نہیں۔لاچی شوخ، شریر اور منہ پھٹ تو ہے مگر اندر سے وہ بہت سنجیدہ اور خوبصورت شخصیت کی مالک ہے۔

اس ناول میں نسائیت کے مختلف پہلوؤں میں سے ایک بات واضح ہے کہ کرشن چندر عورت کو معاشرے میں ایک باوقار مقام دینے کی خواہش رکھتے ہیں اور اس مقصد کے لئے اپنی تحریروں کے ذریعے عملی جدوجہد بھی کرتے ہیں کرشن چندر کا تعلق ترقی پسند تحریک سے تھا۔آپ نے لاچی کے ذریعے معاشرے کے مختلف گروہوں میں عورت کے بے رحمانہ استحصال کے مشاہدے کو منظر عام پر پیش کیا ہے۔کرشن چندر یقیناً ان مصنفین میں شامل ہیں۔جنہیں عورت کی ذہنی، جسمانی اور روحانی اذیت انتہائی متاثر کرتی ہے اور وہ معاشرے میں مرد وعورت کے درمیان روا فرق کو مٹا کر مساوات اور برابری کے درس کی کوشش کرتے ہیں۔

اس ناول میں کرشن چندر نے خانہ بدوش قبیلوں میں ان کے رسم ورواج، روایات اور طور طور کا تجزیہ کیا ہے۔ایک ایسا نسائی پہلو سامنے لاتے ہیں جس میں مردوں کا عورتوں کے ساتھ ایسا رویہ ہے جس میں عورت کی عزت وعصمت کا کوئی تصور نہیں ہے کیونکہ ان میں زیادہ تر خود انتہائی ہڈ حرام، کاہل اور نشے کے عادی ہوتے ہیں۔اپنی ضروریات پوری کرنے کے لئے وہ اپنی بیٹیوں بہنوں اور بیویوں کو پیسے کمانے کے لئے گھر سے باہر بھیجتے ہیں۔ان خانہ بدوش مردوں کو اس بات سے کوئی غرض نہیں کہ ان کی عورتیں محنت مزدوری کر کے بھیک مانگ کر

Vol. 7 No.2 2024

ISSN Online: 2709-7625

ISSN Print: 2709-7615

یا جسم فروشی کے ذریعے پیسے اکٹھے کریں۔ یہاں یہ بات واضح ہوتی ہے کہ ان کے نزدیک عورت ایک گوشت پوست کا پتلا ہے جس کے کوئی اپنے جذبات احساسات اور خواب ہو سکتے ہیں کا کوئی تصور نہیں۔ دمارو کہتا ہے کہ جوان عورت تو سونے کی کان ہوتی ہے اور پھر لاچی ایسی خوب صورت لڑکی لاچی نے فوراً کہا:

"تم مجھے کوئلوں کی کان سمجھ لو یا پتھر کی کان لیکن میں دھندہ نہیں کروں گی" (5)

سردار کو یقیناً احساس ہے کہ خوبصورت لاچی کو دھندہ کرواکے وہ کتنی دولت اکٹھی کر سکتا ہے۔ بدقسمتی سے ان خانہ بدوش عورتوں نے بھی خود کو ان مردوں کے خیالات اور ضروریات کے مطابق ڈھالا ہوا ہے۔ وہ ایسے تمام قبیح کا کرنے پر تیار ہیں جن سے انہیں کچھ رقم مل جائے۔ لیکن یہ رقم ان کی اپنی ملکیت نہیں ہوتی۔ وہ کسی بھی طریقے سے کمائیں اس کا بڑا حصہ ان کے مرد ان سے چھین لیتے ہیں۔ کرشن چندر لاچی کے کردار کے ذریعے ایسی عورتوں کو پیغام دیتے ہیں کہ اگر وہ کوشش کریں تو ان مردوں کے انتہائی سفاک اور ظالم نظام سے خود کو بچا سکتی ہیں اور محنت مزدوری سے اپنا پیٹ پال سکتی ہیں۔ اور ایسی زندگی گزار سکتی ہیں جس میں انہیں مرد کی ہر خواہش کے سامنے جھکنا نہ پڑے۔

لاچی کی آواز خانہ بدوش عورتوں کے دلوں میں گھر کر جاتی ہیں اور اسکا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ وہ سب یک آواز ہو کر اپنے استحصال کے خلاف لاچی کی طرح کھڑی ہو جاتی ہیں۔ کرشن چندر کے قلم کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ اس کے قلم میں نیلا زہر ہے۔ یعنی وہ معاشرے کی ناانصافیاں، منافقتیں، استحصال اور جبر واستبدار کی ایک سچی تصویر لوگوں کے سامنے لانے کی کوشش کرتا ہے۔ وہ مل جہاں یہ خانہ بدوش عورتیں کام کرتی ہیں اسکا مالک سیٹھ ان مزدور عورتوں کے باغیانہ تیور اور آگاہی پر سیخ پا ہو جاتا ہے اور ان کی جھونپڑیوں کو رات کی تاریکی میں آگ لگوا دیتا ہے جس کا نتیجہ ان خانہ بدوشوں کی تباہی کی صورت میں نکلتا ہے۔ یہاں کرشن چندر یہ بتانے کی کوشش کرتے ہیں کہ عورت بھی اپنے حقوق اور آزادی کی خواہش مند ہے اور وہ بھی مردوں کی طرح معاشرے میں سربلند کر کے چلنا چاہتی ہے۔

جیسے یہ حق معاشرے نے مردوں کو دیا ہوا ہے۔ لیکن دوسری طرف مرد عورت کو ہر پہلو سے اپنا م محکوم اور زیر نگین دیکھنا چاہتا ہے۔ یہی کشمکش ہزاروں سالوں سے دنیا کے مختلف خطوں میں اور معاشروں میں چل رہی ہے چونکہ جسمانی طاقت اور طاقت کے دوسرے سرچشمے بھی مرد کے ہاتھ میں ہیں۔ عورت انتہائی بے بسی سے مرد کے استحصال کا سامنا کرتی ہے لیکن اس نے شکست تسلیم نہیں کی۔ اس ناول میں لاچی کا کردار معاشرے کے انتہائی غریب غیر تعلیم یافتہ اور گرے پڑے طبقے میں عورت کے وجود اور اسکی معاشرے میں عزت وقار سے رہنے کی خواش کو ایسے ہی ظاہر کرتا ہے جیسے مغرب کے انتہائی ترقی یافتہ ملکوں میں اور مشرق کے ممالک میں بھی بہت سی ایسی آوازیں ہیں جو مختلف نسائی پہلوؤں کو اجاگر کرتے ہوئے عورت کے لئے مرد کے برابر حقوق اور معاشرے میں مرد ہی کی طرح عزت واحترام کے ہی متمنی ہیں۔ لاچی غیر تعلیم یافتہ ہونے کے باوجود ایک ذی شعور لڑکی ہے۔ وہ اپنے اردگرد ہونے والے واقعات اور اپنے قبیلے کے رسم ورواج کو اچھی طرح سمجھتی ہے۔ یہ اس کا شعور اور درحقیقت اس کے اندر کی روحانی خوبصورتی ہے۔ جو اسے قبیلے کی باقی لڑکیوں سے الگ کرتی ہے۔ لاچی کی شخصیت کا اہم نسائی پہلو یہ ہے کہ وہ ایک خوبصورت جسم، خوبصورت روح اور باشعور لڑکی ہے۔ اس کو قبیلے کی عورتوں کا مردوں کے ہاتھوں معاشی اور جسمانی استحصال انتہائی برا لگتا ہے۔ اس قبیلے کا ہی ایک فرد ہونے کے باوجود وہ شعوری طور پر اور ذہنی طور پر اس قبیلے کی عورت نہیں ہے۔ وہ ایک بلند اور روشن تخیل کی حامل ہے۔ اس کا تخیل ہی اسے روایتی طور طریقوں سے دور رکھ کر ایک محبت کرنے والے شوہر کے ساتھ ایک اپنے گھر کی خوبصورت زندگی کے خواب کی طرف مائل کرتا ہے۔ وہ ہر آدمی کی عورت بننا نہیں چاہتی۔ صرف ایک دل سے چاہنے والا انسان جو اسے گل کی صورت میں دکھائی دیتا ہے۔ بس یہی اس کا ایک معصوم خواب ہے۔ بڑے بڑے امیر اسنے دنیاوی دولت سے خریدنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اسے اس بات کا شدید دکھ ہے کہ سارے مرد محض عورت کو اس کی جسمانی خوبصورتی پر پرکھتے ہیں اور کسی نہ کسی طرح اس کے جسم کو حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ لاچی بہت جلد اپنے اردگرد کے مردوں کی اسے حاصل کرنے کی ان کوششوں سے آگاہ ہو جاتی ہے۔ لیکن اسکی زندگی کا خواب ایک باعزت اور پروقار زندگی ہے۔ سردار کو قتل کرنے کے بعد جیل میں گزارنے والی مدت کے دوران ایک دفعہ جیل کے سپریٹنڈنٹ سے اسکی مرد کے بارے میں ایسی ہی گفتگو اس کی سوچ کو بہت خوبصورتی سے سامنے لاتی ہے۔ وہ سمجھتی ہے کہ مرد کے ہوتے ہوئے عورت کو کبھی انصاف نہیں مل سکتا۔ لاچی بڑے دکھ سے کہتی ہے۔

"خدا بھی مرد ہے اس سنسار میں جتنے بھی بڑے بابو ہیں سبھی مرد ہیں پھر مجھے انصاف کہاں سے ملے گا۔(6)

لاچی کو محسوس ہوتا ہے کہ جیل میں وہ عدم تحفظ کا شکار رہے گی۔ جیل میں بھی جگہ جگہ اسے مردوں کی ہوس سے بھری نظروں کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ اسے لگتا ہے کہ اس کی زندگی میں کوئی تبدیلی نہیں آئے گی۔ کار میں جب حاجی محمد اسلا مصاحب سے اس کی دست درازی ہوتی ہے۔ لاچی کا اسے دروازے سے باہر گرا دینا حقیقت میں لاچی کی اس خواہش کا اظہار ہے کہ وہ کسی کو بھی اپنے جسمانی استحصال کی اجازت دینے پر تیار نہیں ہے۔ درحقیقت وہ شروع سے ہی اس کشمکش کا شکار رہی ہے۔ ایک طرف اپنی مرضی کی صاف ستھری، پاکیزہ زندگی اور دوسری طرف دنیاوی دولت کے لیے اپنی ذات کو بیچ کر کسی بھی حد تک چلے جانے والی بدصورت زندگی ہے۔ وہ پہلی قسم کی زندگی کے لیے ہر طرح کی قربانی دینے کے لیے تیار ہے۔ اس کی امید جو ابھی تک باقی ہے اور وہ ہے گل لیکن جب چیچک کی بیماری اس کا واحد اثاثہ یعنی چہرے کی خوبصورتی سے محروم کر دیتی ہے تو ایسے لگتا ہے کہ لاچی اب تہی دامن ہو چکی ہے۔ جیل میں وہ جو اس سپرنٹنڈنٹ کی خوبصورتی کی تصویر بڑے شوق سے بناتا ہے۔ وہ اس کی رہائی کے وقت اسے معمولی اہمیت دینے پر بھی تیار نہیں ہے۔ وہ بھی ایک عام مرد ہی نکلا جو عورت کی خوبصورتی کو اہمیت دیتا ہے۔ اس کے نازک دل، اس کے اندر کی خوبصورتی، اس کی حیاء و پاکیزگی مرد کے لیے بے معنی اور بے وقعت ہے۔ جیل سے رہائی کے بعد اس

Vol. 7 No.2 2024

ISSN Online: 2709-7625

ISSN Print: 2709-7615

کے پاس کچھ نہیں بچا۔اب قید اور آزادی اس کے لیے ایک جیسی ہے۔اب وہ دوبارہ ویسے ہی سڑکوں پر بھیک مانگنا شروع کر دیتی ہے۔پہلے تو پر کشش چہرے کی وجہ سے لوگ اسے بغور دیکھتے تھے۔لیکن اب خوبصورتی اس کا ساتھ چھوڑ چکی ہے۔اس لیے گزرنے والے مردوں کی دنیا اسے ایک عام اندھی بھکارن سے زیادہ اہمیت دینے پر تیار نہیں ہے۔اس کی آخری امید تب ٹوٹتی ہے۔جب اسے ایک جھگڑے کے دوران اچانک گل کی آواز آتی ہے وہ اسے آواز سے پہچان لیتی ہے۔یہاں ایک بار پھر اس کے خوبصورت خواب سے بیدار ہوتے ہیں۔ایک خوبصورت زندگی کے خواب جو اس نے اب تک سنبھال کر رکھے تھے۔لیکن چیچک کی بیماری نے اس کے خوبصورت چہرے کو بگاڑ دیا ہے۔گل بھی اسے پہچاننے میں ناکام رہتا ہے۔لاچی کا یہ حال دیکھ کر وہ حیرانگی اور شدید کرب میں مبتلا ہو جاتا ہے۔گل کے نزدیک بھی لاچی ایک خوبصورتی کا نام ہے۔دوسرے مردوں کی طرح گل بھی اس کی خوبصورتی سے پیار کرتا ہے۔اس کے پاکیزہ جذبات اور احساسات سے بد قسمتی سے گل بھی انجان ہے۔گل کے نزدیک اب لاچی صرف ایک اندھی بھکارن ہے۔اس کے اندر کا یک محبت، چاہت اور الفت کے جذبے ہمدردی کا پیرہن اوڑھ لیتے ہیں۔اس ہمدردی کے جذبے کے نتیجے میں گل از راہ ہمدردی ہر ماہ اس کی ضرورت زندگی کے لیے کچھ رقم بھجا کرے گا۔وعدہ کرتا ہے۔محبت کا یہ انجام یقیناً لاچی کے اندر دکھ کے ایسے جھکڑ چلاتا ہے جو اس کے دل و دماغ اور روح کو بری طرح زخموں سے چور کرتے ہیں۔یہاں کرشن چند عورت کی فطرت کا ایک دل کش پہلو بہت خوبصورت طریقے سے سامنے لاتے ہیں کہ جسے وہ ایک دفعہ اپنے دل میں پورے خلوص اور سچائی سے سجا لیتی ہے اسے بُھلانا اس کے لیے ناممکن ہے اور وہ اپنی ساری زندگی اسُی کی پوجا کرتی ہے۔یہی وہ نسائی پہلو ہے جو عورت کو حقیقت میں وفا کی دیوی بناتا ہے۔گل کی طرف سے لاچی کے لئے جب ڈاکیا منی آرڈر لے کر آتا تو وہ بڑی بے تابی سے اس سے سوال کرتی ہے کہ منہ آرڈر کے ساتھ گل نے کیا پیغام لکھا ہے۔شائد اس کے دل میں ابھی بھی محبت کی آس باقی ہے۔

"سجان! یہ منی آرڈر میرے لیے نہیں ہے۔ایک اندھی بھکارن کے لیے ہے۔اس منی آرڈر کو واپس کر دو"(7)

جب اسے پتہ چلتا ہے کہ گل نے محض اسے ایک اندھی بھکارن سمجھ کر اس کی گزر اوقات کے لیے پیسے بھیجے ہیں۔تو یہ بات لاچی کے لیے ناقابل برداشت ہے۔گزر اوقات تو بھیک مانگنے سے بھی پوری ہو جاتی ہے۔لاچی کی ضرورت تو بے لوث چاہت اور محبت ہے۔اگر یہ شامل نہیں ہے تو پھر اس کے لیے سب بیکار ہے۔اس نے اپنی خوبصورتی کے دنوں میں ایسے ایسے لوگوں کو دھتکار دیا تھا۔لیکن اس بے حس انسانوں کی دنیا میں جو لوگ زندگی کو خوبصورتی، وقار اور اقدار کے ساتھ گزارنا چاہتے ہیں۔ان کے پاکیزہ جذبات ایسے ہی کچلے جاتے ہیں۔کرشن چندر نے نہ صرف انسانی معاشرے کی سفاکیوں اور بے حسی کو مؤثر طریقے سے بیان کیا ہے۔بلکہ ایک ایسی عوت جو نہ صرف خوبصورت چہرے کی مالک ہے بلکہ اس کے دل و دماغ کے ساتھ اس کے خواب اور خیالات بھی اجلے اور پیارے ہیں۔مگر یہ معاشرہ ایسے لوگوں کے ساتھ ہمیشہ روایتی بے حسی، خود غرضی اور سفاکی کا سلوک جاری رکھے گا۔ایسے مرد حضرات جنہیں لاچی اپنی خوبصورتی کے دنوں میں رد کر دیتی تھی۔اب اس کی موجودہ حالت دیکھ کر کسی حد تک خوش دکھائی دیتے ہیں۔کہ جس خوبصورتی کی وجہ سے انہیں دھتکارتی تھی اب وہ اس سے چھن چکی ہے۔یہاں کرشن چندر نے نسائیت کا اہم پہلو بیان کیا ہے۔کہ ہر عورت معاشرے میں عزت و وقار کے ساتھ سر بلند کر کے چلنا چاہتی ہے۔لیکن بد قسمتی سے ہر معاشرے کی استحصالی قوتیں عورت کے استحصال کو اپنا حق سمجھتی ہیں اور عورت کے معاشی، معاشرتی، جسمانی، جذباتی اور اس سے جڑے ہر طرح کے استحصال کے لیے جبر و استبداد کی ہر قوت استعمال کرنے پر تیار ہیں۔حتیٰ کہ بھکاری، مزدور عورتوں کی مدد کے پیچھے بھی بہت سے مردوں کے مخصوص مقاصد ہوتے ہیں۔ معاشرے کے مختلف طبقات میں سے عموماً ایسے طبقات بھی سامنے آتے ہیں۔جو بے لوث مدد کا جذبہ رکھتے ہیں بے شک ان کا تعلق غرباء کے طبقے سے ہی کیوں نہ ہو بلکہ زیادہ تر غریب طبقے ہی دوسروں کی بے لوث مدد کا جذبہ رکھتے ہیں۔شرط کی رقم اکھٹی کرنے لیے لاچی کی مدد کرنے والے لوگوں میں اکثریت عام غریب لوگوں کی ہے۔جو اس کی ذہنی اور دلی اذیت کو سمجھتے ہیں اور لاچی کی اپنی عزت کو محفوظ رکھنے کے لیے کسی بھی حد تک جانے کے جذبے کی گہرائی کو محسوس کرتے ہیں آخر کار لاچی کے پاس مطوبہ رقم اکھٹی ہو جاتی ہے۔

"ہم غریب لوگ ہیں ہمارے جیتے جی تری کوئی عجت نہ لے گا۔لے جا اپنے سردار کو یہ روپے واپس کر دے۔"(8)

بظاہر یہ جاہل اور منہ پھٹ عام لوگ ہیں مگر ان کے اندر معصوم لڑکی کے خوبصورت دل کی قدر ہے۔وہ اس کے درد کو محسوس کرتے ہیں اور اس کی مدد کرتے ہیں۔

"کیسے مسکراتے چہرے تھے۔کیسی روشن آنکھیں تھیں ان میں سے کوئی فرشتہ نہیں تھا سب ہی انسان تھے۔خطاؤں کے پتلے، خامیوں سے بھرپور لیکن یہ کیسا نور تھا۔ جو اس وقت ان کے بدن کے ذرے ذرے سے پھوٹ رہا تھا۔ کون کہتا ہے کہ آسمان تاریک ہے زمین بنجر ہے۔بہارو! آج آجاؤ۔آج انسان نے اپنا قرض چکا دیا ہے۔"(9)

کرشن چند نے اس ناول میں نسائیت کا یہ پہلو بھی اجاگر کیا ہے کہ بعض صورتوں میں میں خود عورت بھی عورت کے استحصال میں شامل ہو جاتی ہے۔یا اپنی اغراض اور خواہشات کے پیچھے بھاگتے بھاگتے وہ ایک دوسرے کے احساسات کو کچلتے ہوئے آگے نکل جاتی ہے۔لاچی کے خانہ بدوش قبیلے کی عورت اس کے خلاف ہوتی ہے۔وہ اسے باغی اور اکھڑ جیسے ناموں سے پکارتی ہیں۔ان سب کا خیال ہے کہ عورت کا نصیب ہی یہی ہے کہ وہ اپنے مردوں کا ہر حکم مانے اور بغیر کسی چوں چرا کے دھندے کے لئے تیار رہے۔لاچی کی ماں بھی اپنی بیٹی کی بربادی میں قبیلے والوں کے ساتھ شامل ہوتی ہے اور اس پر واضح کرتی ہے کہ خانہ بدوش قبیلے کے اصولوں کے سامنے لاچی کی مرضی کی کوئی اہمیت نہیں۔قبیلے کے رسم و رواج اور روایات میں عورت کی کوئی انفرادی حیثیت نہیں۔لاچی کی ماں غصے میں یہ الفاظ ادا کرتی ہے۔

Vol. 7 No.2 2024
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7615

"عورت، گھوڑی اور زمین ہمیشہ بکتی ہے
تجھے سردار دمارو نے خرید لیا ہے"۔(10)

لاچی کی زندگی کا یہی المیہ ہے کہ ایک باعزت اور خوبصورت زندگی گزارنے کی خواہش میں معاشرے کے بھیڑیوں سے بچنے کے لئے وہ معصوم لڑکی تحفظ کی تلاش میں جیل کی سلاخوں کے پیچھے چلی جاتی ہے۔ جیل کی زندگی میں وہاں کے تجربات بھی بڑے دل شکن ہوتے ہیں۔ جیل کا سپریٹنڈنٹ بھی اس کی خوبصورتی سے متاثر ہوتا ہے۔ وہ اس کی حقیقی تصویر بنا کر لاچی کو حیران کر دیتا ہے۔ مگر دوسرے مردوں کی طرح اس کی لاچی میں دل چسپی صرف اس کی جسمانی خوبصورتی کی تعریف کی حد تک رہتی ہے۔ مزید برآں جیل میں ایک فلم ایکٹرس سے ملاقات اس کی فلمی دنیا کی چک دمک کے بارے میں تصور کو مایوس کن حد تک توڑتی ہے۔ جب اسے پتہ چلتا ہے کہ بظاہر خوبصورت دکھائی دینے والی فلمی دنیا کی اداکاراؤں کو کیسے فلم سازوں کے مطالبات ماننے پڑتے ہیں۔

لاچی "ایک عورت ہزار دیوانے" کا ایسا جاندار کردار ہے کہ اس سے پہلے اردو فکشن میں ایسی مثالیں بہت کم نظر آتی ہیں۔ یہ ایک ناقابل فراموش کردار ہے۔ جو نسائی خوبیوں سے بھرا ہوا ہے۔ جس میں کرشن چندر نے عورت کے خارجی اور داخلی رویے کا احاطہ کیا ہے۔ معاشرہ جسے ہمیشہ کمزور سمجھتا ہے۔ اس نے نہ صرف سماج دشمن قوتوں کو چیلنج کیا ہے۔ بلکہ اپنے پورے قبیلے کو اپنی ثابت قدمی سے چونکا دیا ہے۔ عورت کا نسائی پہلو ہمیشہ یہی رہا ہے کہ اسے گھر میں اور معاشرے میں صرف عزت و وقار دیا جائے۔ اسے بھی ایک گوشت پوست کا جیتا جاگتا انسان سمجھا جائے۔ جو خوشی میں ہنستا ہے دکھ میں روتا ہے۔ جس کا دل بھی ٹوٹتا ہے۔ جس کی اپنی بھی مرضی ہے۔ لاچی چاہتی ہے کہ اسے کٹھ پتلی نہ بنایا جائے بلکہ زندگی گزارنے کے لیے اس کے جذبات و احساسات کا بھی احترام کیا جائے اس کی معصوم سی خواہش کو عزت دی جائے نہ کہ مذاق اور ظلم کا نشانہ بنایا جائے۔ کرشن چندر کا تعلق ترقی پسند تحریک کے روح رواں سے تھا۔ وہ عورت کو اس کے ازلی حق جو اسے قدرت نے دیا ہے اس سے محروم نہیں دیکھ سکتے اس کے لئے انہوں نے اپنی تخلیقات کے ذریعے عملی اقدام اٹھائے۔ کرشن چندر نے موجودہ دور کے بڑھتے ہوئے سماجی اور تہذیبی مسائل کے صالح حل کو کوششیں کیں۔ کرشن چندر کی ناول نگاری کا یہ سب سے بڑا کمال ہے کہ وہ انسان دوستی، مساوات اور نسائیت میں حقوق کے لیے آواز اٹھاتے ہیں۔

بقول علی سردار جعفری کے:

"ترقی پسند ادب کی عورت کی محبت اس کی زندگی اور جدوجہد کا ایک حصہ ہوتی ہے۔ وہ اگر اپنے محبوب کے لیے سب کچھ قربان کر سکتی ہے اور عمر بھر اس کے انتظار میں اپنی محبت کو تروتازہ رکھ سکتی ہے تو اپنے غدار اور بے ایمان شوہر سے کنارہ کش بھی ہو سکتی ہے۔ کیونکہ اس کی محبت میں صرف اعصاب ہی نہیں بلکہ اس کا دل بھی شامل ہوتا ہے اور ترقی پسند ادب کی عورت کا دل پاک ہے۔"(11)

ایک عورت ہزار دیوانے'' میں کرشن چند نسائیت کا ایک پہلو یہ بھی سامنے لاتے ہیں جو روشی کی مثال میں ہے۔ یہ تیس سال سے زیادہ عمر کی ایک عورت ہے جو لاچی جیسی حسین اور دل کش تو نہیں ہے مگر قبیلے کی انتہائی چالاک اور تیز و طرار عورتوں میں سے ایک ہے۔ یہ اپنی چالاکی سے اور کسی حد تک خوبصورتی کی وجہ سے امیر لوگوں کو زیادہ متوجہ کرنے میں کامیاب ہو جاتی ہے۔ اس کا شوہر ہر وقت شراب میں دھت رہتا ہے۔ بیوی کی کمائی کو شراب نوشی اور جوئے میں ضائع کرتا رہتا ہے۔ بیوی سے اس کی کمائی کی رقم لینا اور روزانہ مار نا پیٹنا اس کا معمول ہے۔ نسائیت کا یہ کیسا پہلو ہے کہ عورت کا ظلم و ستم سہنا اور بے چارگی ایک طرح سے اس کی سعادت مندی میں تبدیل ہو چکے ہیں۔ کیونکہ روشی اپنے شوہر کے ظلم و ستم کے باوجود بھی روزانہ اس کے پاؤں دبانے کی عادی ہو چکی ہے۔

اسے وقتی محبت تو ان گاہکوں سے بھی مل جاتی ہے جو اس کی قیمت ادا کرتے ہیں۔ لیکن گاہکوں کے ساتھ تعلق تو لمحوں کا ہوتا ہے۔ شوہر سے تو زندگی بھر کا تعلق تھا۔ نسائیت کا یہ کیسا تاریک پہلو ہے کہ ایک طرف جسم فروشی کر کے پیسے کمانا اور دوسری طرف انتہائی سمجھ داری اور ایمان داری سے شوہر کے ساتھ مفاہمت کا رشتہ قائم رکھنا۔ روشی کی صورت میں ایسی عورت سامنے آتی ہے جو اپنی قسمت اور حالات سے مکمل سمجھوتہ کر لیتی ہے۔ وہ جانتی ہے کہ اس کے لیے حالات سے فرار ممکن نہیں۔ کیوں کہ وہ ایسی عورت ہے جو تبدیلی یا بغاوت کے بارے میں نہیں سوچتی۔ روشی کے قبیلے کے مخصوص حالات نے غالباً اس کے دل و دماغ سے یہ تصور ہی نکال دیا ہے کہ وہ بھی ایک صاف ستھری باعزت، اجلی زندگی کی حقدار ہے۔ وہ لاچی کو مشورہ دیتی ہے کہ چپ چاپ دھندے کا آغاز کر دے۔ اسی واحد طریقے سے وہ بآسانی رقم اکٹھی کر سکتی ہے۔ کرشن چندر نے یہاں نسائیت کے دو متضاد پہلو عیاں کئے ہیں کہ جہاں کچھ عورتیں تیزی سے اپنے آپ کو اپنے ماحول کے مطابق خوش دلی سے ڈھال لیتی ہیں وہیں عورت کی فطرت سے جڑا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ کچھ عورتیں آخر تک ہار تسلیم نہیں کرتیں۔ اس مقابلے میں ایک طرف روشی اور دوسری طرف لاچی کھڑی دکھائی دیتی ہے۔

جیناں بائی ایک بوڑھی عورت ہے جسے ایک کٹنی بھی کہا جا سکتا ہے۔ جوانی میں دھندہ کرنے کے بعد اس نے جیب کاٹنے کا پیشہ اختیار کیا۔ اس عمر میں وہ خوبصورت لڑکیوں کو پھنسا کر دلالوں کے ہاتھ بیچنے کا دھندہ کرتی ہے۔ یہ کئی بار جیل کاٹ چکی ہے۔ ایک عورت کے بچے کا گلا گھوٹنے کے جرم میں اسے عمر قید بھی ہوتی ہے۔ یہ ایک چرب زبان عورت تھی جو مسلسل جیل میں آتی جاتی رہتی تھی۔ یہ جیل کے مخصوص گندے ماحول سے اچھی طرح واقف تھی۔ یہ جیل میں منشیات اور باہر کی دنیا میں رابطے کے لئے استعمال کی جاتی تھی۔ دل آرا جو کہ

ایک فلم ایکٹرس ہے مختلف نسائی پہلوؤں میں اس کا منفرد کردار ہے۔ناول کی ہیروئن کی ملاقات اس سے جیل میں ہی ہوتی ہے۔ جیل میں اکثر لوگ اپنے ناکردہ گناہوں کی سزا بھگت رہے ہیں اور کچھ فطری اور شعوری طور پر جرائم کی دنیا میں قدم رکھتے ہیں جیسے کہ جیناں بائی بھی کسی قسم کے جرم کے ارتکاب میں عار محسوس نہیں کرتی۔

دل آرا جو کہ ایک فلم ایکٹرس ہے۔ دھوکہ دہی کے الزام میں قید کاٹ رہی ہے۔اس کے پاس پیسے کی کمی نہیں ہے اور نہ ہی وہ ایسا ضمیر رکھتی ہے کہ جرم کرنے پر اس کی شرمندگی اور خلش محسوس کرے۔اپنے بارے میں اس کے مندرجہ ذیل الفاظ بہت کچھ آشکار کرتے ہیں۔

"دل آرا کا قد لاچی کے قد سے بھی لمبا تھا۔جلد آئینے کی طرف شفاف تھی۔رخساروں پر گلاب کے پھول کھلے تھے اور آنکھوں میں کنول کی سی پاکیزگی تھی۔میں جب سات سال کی تھی تو پہلی بار بیچی گئی تھی۔خود میرے ماں باپ نے مجھے آٹھ سو روپیوں میں بیچ دیا تھا۔سات سال سے سترہ سال تک میں دس بار بیچی گئی ہوں۔ہر سال میرا باپ بدل جاتا تھا۔ہر سال میرا ایک نیا خریدار مجھے خریدا کرتا تھا۔ہر سال میری قیمت بڑھ جاتی تھی۔کیونکہ میں خوبصورت ہوں نا۔۔۔۔جب میں فلم میں آئی تو کوئی ماں نہ رہی کوئی باپ نہ رہا، کوئی شوہر نہ رہا۔سب دلال بن گئے۔کیا یہ دھوکہ نہیں؟اور اخلاق کیا ہے اس کا مجھے پتہ نہیں!"(12)

لاچی کے مسائل عورت کی مجبوریاں، گھٹن اور اس پر۔۔سامنے لاتے ہیں مگر دل آرا کا نسائی پہلو بالکل الگ ہے اس عورت کو دولت کی ہوس ہے اور وہ اس کے لئے کسی بھی حد تک جا سکتی ہے۔دل آرا جس مقام پر پہنچ چکی ہے وہاں عمدہ اخلاق،اعلیٰ عادات،عزت و وقار جیسی چیزوں کی حیثیت ختم ہو چکی ہے۔اس کی تمام تر خوشی صرف مختلف خریداراں اور سیٹھوں سے پیسہ اینٹھنے میں ہے۔کرشن چندر دل آرا کی صورت میں ایسا نسائی پہلو سامنے لاتے ہیں۔کہ اس کی تباہی میں معاشرہ یا مناسب پرورش اور تعلیم و تربیت ذمہ دار ہے۔یہ سماج اس کے اندر اس کے اندر صاف ستھری اور خوبصورت زندگی گزارنے کا شعور پیدا نہیں کرتا۔جس کے نتیجے میں ایسے منفی کردار تخلیق پاتے ہیں۔حاجی عبدالسلام اس کے لئے بیس ہزار تک خرچنے کے لیے تیار ہے لیکن دل آرا کا مطالبہ کم از کم ایک لاکھ کا ہے۔اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ اپنی زندگی میں اتنی بار خریدی اور بیچی گئی ہے کہ اب اس کے دل میں کسی قسم کے نازک احساسات یا جذبات کی رمق باقی نہیں رہی۔دل آرا اب بے باکی کی آخری حدوں تک پہنچ چکی ہے۔شروع میں اس کا لاچی سے دوستانہ رویہ رہتا ہے۔مگر جب وہ لاچی کا زندگی گزارنے کا عزت و وقار کے ساتھ رویہ دیکھتی ہے تو اس سے کچھ دور ہونا شروع ہو جاتی ہے۔لاچی اور دل آرا بھی دو متضاد شخصیات ہیں۔دونوں میں ایک چیز مشترک ہے اور وہ دونوں کی خوبصورتی۔مگر ایک اپنی خوبصورتی کی بے انتہا قیمت وصول کر رہی ہے۔

جبکہ دوسری اپنی عصمت کو بچانے کی وجہ سے جیل تک آ چکی ہے۔دل آرا کا یہ نسائی پہلو ہے کہ وہ اپنی خوبصورتی کو ایک ہتھیار کی طرح استعمال کر رہی ہے اور دوسری طرف لاچی کے لیے قبیلے نے اس کی راہ میں ہر طرف کانٹے بکھیر دیئے ہیں۔لیکن وہ ان کی خواہش یا ان کے اشاروں پر چلنے کے لیے تیار نہیں ہے۔کرشن چندر کا یہ فکر خوبصورت نسائی پہلو ہمارے سامنے آتا ہے کہ لاچی وہ ہے جس نے اپنے آپ کو خود ایسا بنایا ہے اور دل آرا وہ ہے جو اسے معاشرے نے بنا دیا ہے۔یعنی لاچی اپنے عزتُ وقار کے خوبصورت جذبے کی تخلیق ہے جبکہ دل آرا کو معاشرے نے ایک ہوس اور لالچ کی تصویر بنا دیا ہے۔

کرشن چندر اس ناول میں ایسے نسائی پہلو ہمارے سامنے لاتے ہیں کہ یہ معاشرہ کسی طرح عورت کے سماجی، معاشی اور معاشرتی استحصال کا ذمہ دار بنتا ہے اور عورت مختلف جرائم کا ارتکاب کرتی ہے۔مگر لاچی کی صورت میں ایک انقلابی سوچ اور اس پر عمل یہ ثابت کرتا ہے کہ عورت کا خوبصورت ترین نسائی پہلو اس کی پاکیزگی، حیا اور عزت و وقار ہے جس کے لیے وہ اپنی زندگی بھی داؤ پر لگا سکتی ہے۔

حوالہ جات

1۔نور اللغات، مولوی نورالحسن، اشاعتہ العلوم پریس، فرنگی محل لکھنؤ، 1931، ص575۔

2۔فرہنگ آصفیہ، سید احمد دہلوی، ترقی اردو بیورو نئی دہلی، 1908، ص1080۔

3۔کرشن چندر نمبر "تعمیر ہریانہ نمبر" مئی جون۔1977، ص18/17۔

4۔کرشن چندر، "پانچ لوفر"، پنجابی پستک بھنڈار، پبلشرز دہلی، 1944، ص59۔

5۔کرشن چندر، "ایک عورت ہزار دیوانے۔"معظم پرنٹرز لاہور۔گنپت روڈ، 1940، ص8۔

6۔ایضاً، ص134۔

7۔ایضاً، ص110۔

Vol. 7 No.2 2024
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7615

8۔ایضاً،ص206۔

9۔ایضاً،ص133۔

10۔ایضاً،ص134۔

11۔ایضاً،ص132۔

12۔علی سردار جعفری ''ترقی پسند ادب'' انجمن ترقی اردو ہند علی گڑھ 1957،ص137۔

13۔کرشن چندر،''ایک عورت ہزار دیوانے''معظم پرنٹرز لاہور1940،ص223۔

حوالہ جاتی کتب

1۔ڈاکٹر بیگ احساس ''کرشن چندر شخصیت'' نصرت پبلشرز لکھنوء1999۔

2۔جگریش چندر ودھان،کرشن چندر شخصیت و فن،دریا گنج نئی دہلی 1993۔

3۔ڈاکٹر اعجاز علی ''کرشن چندر کی ناول نگاری''،ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس دہلی 2000۔

4۔ڈاکٹر عبدالسلام صدیقی ''کرشن چندر کے ناولوں کا تنقیدی مطالعہ'' انجمن ترقی اردو،2004۔

5۔جیلانی بانو ''کرشن چندر'' ساہتیہ اکادمی،نئی دہلی،1986۔

6۔ڈاکٹر مہ جبین نجم ''کرشن چندر کی ناول نگاری،نسائی کردار،موڈرن پبلشرز،دہلی2008۔

7۔مہ نور زمانی بیگم ''کرشن چندر کے ناولوں میں نسوانی کردار'' نیشنل فائن پریس حیدر آباد،1987۔

8۔کرشن چندر منیر۔''تعمیر ہریانہ'' مئی،جون،1977۔

9۔علی سردار جعفری،''ترقی پسند ادب'' انجمن ترقی اردو علی گڑھ،1957۔